دنیا میں عذاب الٰہی کی چند جھلکیاں

اور

پھر جب پوری دنیا بدل گئی

از: عالیجناب الحاج والزائر مولانا شیخ ابن حسن املوی کربلائی (صدرالافاضل، واعظ)

تاریخ آدم و عالم میں عذابِ الٰہی ،قہر خداوندی، آفات و بلیاتِ ارضی و سماوی کے واقعات و حادثات کوئی نئے نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا سلسلہ کافی قدیم اور طویل ہے۔کبھی طاعون کی شکل میں، کبھی چیچک کی شکل میں، کبھی ہیضہ کی شکل میں، کبھی کسی دوسری متعدی بیماریوں کی شکل وصورت میں، کبھی قحط کی شکل میں، کبھی زلزلہ کی شکل میں، کبھی سیلاب کی شکل میں، مختلف اور متعدد شکل وصورت میں ناگہانی آفتیں، بلائیں نازل ہوتی رہی ہیں جو عذابِ الٰہی اور قہرِ خداوندی کے الفاظ سے تعبیر کی جاتی رہی ہیں۔بعض ناگہانی آفتوں، بلاؤں اور عذابوں کی نشان دہی اور یاددھانی قرآن مجید میں بھی مختصراًاور اجمالاً سہی مگر نمایاں طور سے موجود ہیں اور تاریخ کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ ان کا ذکر پایا جاتا ہے۔مثال کے طور پر ذیل میں چند عذابوں کے بارے میں اختصار کے ساتھ حالات ومعلومات پیش ہیں۔البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ جب عذاب خدا نازل ہوتا ہے تو کبھی کبھی کچھ بے گناہ بھی اس کی زد میں آجاتے ہیں جیسے کہ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتے ہیں:۔

(۱) قوم عاد یا ذات العماد: حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد (جو ملک یمن اور حجر موت میں علاقۂ احقاف کی طرف بکثرت آباد تھی) کی ہدایت کے لئے اللہ کی طرف سے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔حضرت ہودؑ کی تبلیغ ادھر جاری رہی اور ادھر اس کے ردِّعمل میں قوم عاد کے لوگوں کی سرکشی ونافرمانی بڑھتی گئی۔ چند افراد کے علاوہ کسی نے بھی ایمان قبول نہیں کیا۔جب حضرت ہودؑ نے ۷۶۰ سال تک طویل تبلیغی کوششوں کے ذریعہ حجت تمام کر لی اور پانی سر سے اونچا ہو گیا تو آپ نے پروردگار سے ان پر عذاب نازل کرنے کی استدعا کی۔ چنانچہ سب سے پہلے خدا نے اس قوم کے لوگوں پر چیونٹیوں کو مسلّط کیا جو ان کے ناک، کان کے ذریعہ حلق کے اندر اتر جاتی تھیں اور کاٹ کاٹ کر انھیں موت سے ہمکنار کر دیتی تھیں۔آخر کار تنگ آکر ان لوگوں نے شہروں کی سکونت ترک کر دی اور اپنی جان بچانے کی غرض سے مال ومتاع چھوڑ کر دوسرے علاقوں میں چلے گئے۔

اس آفتِ ناگہانی کے بعد بھی جب لوگوں کی آنکھیں نہ کھل سکیں اور وہ بدستور اپنے مسلک پر اڑے رہے تو خدا نے انھیں قحط میں مبتلا کیا کیونکہ ان کی زندگیوں اور عیش کوشیوں کا سارا دارومدار زراعت پر تھا۔قحط نے انھیں فاقہ کشی کے دہانے پر لا کھڑا کر دیا اور وہ بھوکوں مرنے لگے۔

اس قوم پر متعدد بار عذاب نازل ہوئے۔آخری عذاب کی ابتدایوں ہوئی کہ خداوند عالم نے اس قوم کے چاروں طرف ریت اور بالو کی بلند وبالا چہار دیواری کھڑی کر کے اسی کے اندر انھیں محصور کر دیا تاکہ کوئی بھی شخص راہِ فرار اختیار نہ کر سکے۔پھر خدا نے ہواؤں کو حکم دیا کہ وہ اس قوم کا کام تمام کر دے۔چنانچہ ایسی تیز وتند ہوا چلی کہ جس نے درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکا، پہاڑوں سے بڑے بڑے پتھر اکھڑ اکھڑ کر آسمان کی طرف بلند ہوتے

تھے اور گر کر زمین کے سینہ میں دھنس جاتے تھے۔ لیکن چونکہ ہوا انتہائی تیزی اور شدّت کے ساتھ زمین کے اندر سے نکل رہی تھی لہٰذا وہ ان پتھروں کو گیند کی طرح پھر آسمان کی طرف اچھال دیتی تھی۔ یہ ہوا ایک ہفتہ تک رات و دن چلتی رہی یہاں تک کہ پوری قوم نیست و نابود ہوگئی۔ ان کے باغات و مکانات سب خاک میں مل گئے۔ اور پتھروں کے بڑے بڑے قلعے ریت کی شکل میں تبدیل ہو گئے''۔ (تفسیر اسلام مولفہ علامہ فروغ کاظمی، صفحہ ۸۶۔ معتبر حالاتِ انبیاء حصہ جلد اوّل مؤلفہ مظفر علی خاں صفحہ ۱۸۸)

(۲) قوم ثمود: حضرت صالح پیغمبر علیہ السلام کو خدا نے قوم ثمود پر مبعوث کیا تھا جو وادی قریٰ سے ۱۳ کلومیٹر کی دوری پر حجر نامی ایک مقام پر آباد تھی۔ جناب صالحؑ مدتوں اس قوم کو بت پرستی سے منع کرتے رہے لیکن ارباب ثمود ایمان نہ لائے۔ یہاں تک کہ ان کی فرمائش اور مطالبہ پر حضرت صالحؑ نے حکم خدا سے پہاڑ کے اندر سے ایک ایسی حاملہ اونٹنی بھی نکال کر دکھا دیا جس کی ان لوگوں نے خواہش کی تھی۔ پھر بھی چند لوگوں کے علاوہ باقی لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ یہ سب جادو ہے، ہم اپنے خداؤں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ قوم ثمود کی نافرمانی و سرکشی اس حد تک بڑھ گئی کہ ناقۂ صالحؑ کو انتہائی بے دردی و بے رحمی سے پے کر دیا۔ اونٹنی کے بچے نے جب ماں کے ساتھ ہونے والے تمام مظالم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور آسمان کی طرف منھ اٹھا کر خدا سے فریاد و زاری کرنے لگا جس کے نتیجہ میں غیظِ الٰہی جنبش میں آیا اور بذریعہ وحی حضرت صالحؑ کو حکم ہو کہ ان ظالموں کو عذاب کی خبر دے دو۔ اور ان سے کہہ دو کہ میری طرف سے انھیں توبہ کے لئے تین دن کا موقع دیا جاتا ہے۔ ورنہ یہ لوگ عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے توبہ نہیں کی، اور تیسرا دن گزر کر جب رات آئی اور لوگ اپنے اپنے گھروں میں سو گئے تو نصف شب کو ایک آواز گونجی، ایسی بھیانک آواز کہ جس سے کانوں کے پردے پھٹ گئے، دل ٹکڑے ٹکڑے اور جسم پارہ پارہ ہو گئے اور جب صبح ہوئی تو وہ تمام اہل ثمود جو نافرمان اور سرکش تھے اپنے اپنے گھروں میں مردہ پڑے تھے۔ پھر آسمان سے ایک شعلہ اترا جس نے ان کی لاشوں کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا، صرف وہی لوگ بچے جو حضرت صالحؑ اور ان کے خدا پر ایمان لا چکے تھے۔ طبری کا کہنا ہے کہ یہ قوم شام اور یمن کے درمیانی حصہ یعنی حجاز و حرمین میں آباد تھی اور خدا نے اس پر بجلی اور زلزلے کا عذاب نازل کیا''۔

(تفسیر اسلام مولفہ علامہ فروغ کاظمی، صفحہ ۷۱۔ معتبر حالاتِ انبیاء حصہ جلد اوّل مؤلفہ مظفر علی خاں صفحہ ۲۰۲)

(۳) ''اصحابِ رس'' جنھوں نے حضرت صالح پیغمبر علیہ السلام کے نمائندہ اور ولی کی تکذیب کی اور انھیں جادوگر ٹھہرایا جس کے نتیجہ میں وہ عذابِ الٰہی کا شکار ہوئے۔ اس طرح کہ ایک تیز و تند ہوا کا طوفان آیا جس نے ''اصحاب، رس'' کو مع ان کے مویشیوں سمیت اڑا کر دریا میں غرق کر دیا۔ اور ان کے وجود سے دامنِ گیتی کو پاک کر دیا''۔

(تفسیر اسلام مولفہ علامہ فروغ کاظمی، صفحہ ۳۷۔ معتبر حالاتِ انبیاء حصہ جلد اوّل مؤلفہ مظفر علی خاں صفحہ ۲۱۰)

(۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں وقت کا خودسر بادشاہ جو خود کو خدا کہلواتا تھا جب ہر طرح سے حضرت ابراہیمؑ کے مقابلہ میں ناکام اور شکست خوردہ ہو گیا تو وہ بدبخت پاگل پن کا شکار ہو گیا اور حضرت ابراہیمؑ کے خدا سے جنگ پر آمادہ ہو گیا۔ اس نے حضرت ابراہیمؑ کو طلب کیا اور کہا اے ابراہیم! میں تمھارے خدا سے جنگ کرنا چاہتا ہوں کیا وہ مجھ سے مقابلہ کے لئے تیار ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ اے پروردگار! نمرود تجھ سے جنگ کا خواہش مند ہے اسے کیا جواب دوں؟ حکم ہوا کہ کہہ دو نمرود اپنا لشکر جمع کرے۔ نمرود نے چھ ماہ میں اپنا لشکر اکٹھا کیا اور جب تمام تیاریاں مکمل ہو گئیں وہ تیروں، کمانوں، نیزوں اور تلواروں سے لیس لشکر کو لے کر ایک میدان میں ڈٹ گیا اور ابراہیمؑ کو بلوا کر کہا کہ اپنے خدا سے کہو کہ وہ اپنا لشکر لے کر آ جائے۔ ابراہیمؑ نے کہا گھبراتا کیوں ہے؟ تیری ہلاکت کے لئے میرے پروردگار کا لشکر ضرور آئے گا۔ ناگاہ مغرب کی سمت سے ایک کالی گھٹا اٹھی جو تیزی سے آگے بڑھ کر نمرود کے لشکر پر محیط ہو گئی۔ لوگوں نے دیکھا تو پتہ چلا کہ یہ کالی گھٹا سیاہ رنگ کے مچھروں کی ایک عظیم فوج ہے جو عذاب کی شکل

میں نازل ہوئی ہے۔نمرود کے سپاہی گھبراہٹ اور بوکھلاہٹ میں اِدھراُدھر بھاگنے لگے مگر انھیں مفر کہاں؟ ایک ایک سپاہی سے لاکھوں کی تعداد میں مچھر لپٹ گئے اوران کا خون چوس چوس کرسب کوکیفر کردار تک پہونچادیا۔ایک مچھر بعد میں آیا تھا اسے خدا نے نمرود پر مسلط کیا جواس کی ناک کے راستہ سے دماغ میں گھس گیا۔ چنانچہ جب وہ کاٹتا تھا تو نمرود چیخنے لگتا تھا اوراسے ایسی سخت اذیت ہوتی تھی کہ جب تک اس کے سر پر جوتا کاری نہیں ہوتی تھی اسے چین نہیں آتا تھا۔ یہ سلسلہ چالیس سال تک جاری رہا اور روزانہ جوتے کھاتے کھاتے آخر کار وہ اسی عذاب میں مرگیا''۔ (تفسیر اسلام مولفہ علامہ فروغ کاظمی،صفحہ ۸۶۔معتبر حالاتِ انبیاء حصہ جلد اوّل مؤلفہ مظفر علی خاں صفحہ ۲۳۸)

(۵) قومِ لوطؑ: حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔حضرت ابراہیمؑ نے آپ کواردن کے نواحی علاقوں میں تبلیغ پر مامور کیا تھا جہاں انھیں ایک ایسی بداعمال اور سرکش قوم سے سابقہ پڑا جو ہم جنس پرستی کی بدترین عادت میں ملوث تھی۔ جناب لوطؑ نے مسلسل تیس برس تک اس قوم کو راہِ راست پر لانے کی کوششیں کیں لیکن آپ کی تبلیغی کوششوں کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ بالآخر مایوس ہو کر بحالتِ مجبوری اس قوم پر عذاب کی خدا سے التجا کی۔ پروردگار نے چار فرشتوں کو عذاب کے لئے مامور کیا جس کے سربراہ حضرت جبرئیلؑ تھے۔جب خداوندی عذاب کا معینہ وقت قریب آیا تو حضرت جبرئیلؑ نے اپنے ساتھی فرشتوں کی مدد سے اپنا کام اس طرح شروع کیا کہ قوم لوطؑ کی آبادی والے چاروں شہروں کو زمین کی تہہ سے اکھاڑ کر اس قدر بلند کیا کہ اہل آسمان کو اربابِ لواطہ اوران کے جانوروں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ جو چیخ چلّا رہے تھے۔ پھر جبرئیلؑ نے ان شہروں کو اس طرح پلٹ دیا کہ پوری قوم دھرتی میں سما گئی اور آبادی کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔ جو لوگ ان شہروں سے باہر تھے ان پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہوئی جس سے وہ بھی ہلاک ہو گئے۔ یہ واقعہ حضرت آدم علیہ السلام کے ۳۴۲۲ سال بعد کا بیان کیا جاتا ہے''۔

(قرآن مجید پ ۱۲ آیت ۷۔تاریخ طبری ج ۱ ص ۱۸۷۔تفسیر اسلام مولفہ علامہ فروغ کاظمی،صفحہ ۹۵۔معتبر حالاتِ انبیاء حصہ جلد اوّل مؤلفہ مظفر علی خاں صفحہ ۳۰۰)

(۶) حضرت موسیٰ بن عمران بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام،حضرت عیسیٰؑ سے ۱۵۷۴ برس قبل اور حضرت یوسفؑ سے چار سو برس بعد مصر کی سرزمین پر متولد ہوئے۔ بنی اسرائیل کو حضرت یوسفؑ نے مصر میں آباد کیا تھا اور یہی قوم یوسفؑ کے بعد اقتدار کی مالک بنی مگر غلط طور طریقوں کی وجہ سے بہت جلد اپنا وقار کھو بیٹھی اور حکومت پر قبطیوں کا قبضہ ہوگیا جس کا آخری تاجدار ولید بن مصعب تھا جو فرعون کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ بنی اسرائیل کے حق میں بڑا ظالم اور جابر بادشاہ تھا۔جب کسی اسرائیلی کو سزا دیتا تو اس کو زمین پر چت لٹا کر اس کے ہاتھوں اور پیروں میں لوہے کی میخیں ٹھکوا دیتا تھا جس کی تاب نہ لاکر وہ ہلاک ہو جاتا تھا۔

تاریخیں بتاتی ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کی معجز نمائی اور معرکہ آرائی کے بعد تقریباً ساٹھ ہزار افراد موسیٰؑ پر ایمان لے آئے۔مگر فرعون نے ان کی گرفتاریاں شروع کر دی اور انھیں سخت سے سخت سزائیں دینے لگا۔ یہاں تک کہ جب ان کا جینا دوبھر ہو گیا تو انھوں نے فریاد وزاری کی اور موسیٰؑ سے امداد کے طالب ہوئے۔

موسیٰؑ کا پروردگار فرعون کے مظالم سے بے خبر نہیں تھا لہٰذا اس کی طرف سے عذاب کی ابتدا ہوئی اور اچانک ایک ایسا سیلاب آیا کہ جس کی طغیانی نے پورے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔فرعونیوں (قبطیوں) کے مکانات ڈھیر ہو گئے،ہزاروں جانیں چلی گئیں اور جو لوگ باقی بچے وہ شہر چھوڑ کر جنگلوں اور میدانوں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔مگر یہ قدرت الٰہی تھی کہ بنی اسرائیل کے گھروں میں پانی کا ایک قطرہ داخل نہیں ہوا۔

مختصر یہ کہ چالیس دن تک سیلاب کا پانی فرعون کی فرعونیت کو تھپیڑے دیتا رہا مگر اس نے نہ تو بنی اسرائی کے قیدیوں کو رہا کیا اور نہ ہی اس کے ظلم وستم

میں کوئی کمی واقع ہوئی تو خدا نے اس کی قوم پر ٹڈیوں کو مسلط کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی تمام زراعتیں تباہ ہوگئیں، درختوں اور باغوں کا صفایا ہوگیا اور جب کچھ نہ بچا تو ٹڈیوں نے ان کے مکانوں کے دروازوں اور کھڑکیوں پر دھاوا بولا اور ان کی لکڑیوں کو کھانا شروع کیا۔ جب ان کا بھی خاتمہ ہوگیا تو خدا کی اس غریب و عجیب مخلوق نے قبطیوں کے کپڑوں اور لباسوں کا صفایا کیا یہاں تک کہ پوری قوم کو برہنہ کر دیا۔ پھر ان کے جسموں سے لپٹ گئیں اور انھیں سر و داڑھی وغیرہ کے بالوں سے بھی محروم کر دیا۔

یہ حال دیکھ کر فرعون نے موسیٰؑ سے منّت و سماجت کی اور ان سے کہا کہ اے موسیٰؑ! تم اپنے خدا سے کہہ کر اس بلا سے ہمیں نجات دلا دو تو ہم تمھاری قوم (بنی اسرائیل) کے تیس ہزار قیدیوں کو رہا کر دیں گے۔ اور خود بھی تم پر ایمان لے آئیں گے۔ موسیٰؑ نے رحم کھا کر دعا کی اور خدا کی قدرتِ کاملہ نے ٹڈیوں کا عذاب فرعونیوں کے سر سے ٹال دیا۔ لیکن مطلب نکل جانے کے بعد فرعون اپنے وعدہ سے پھر مکر گیا۔

تیسری مرتبہ خدا نے موسیٰؑ سے فرمایا کہ تم اپنا عصا زمین پر مارو۔ عصا کا مارنا تھا کہ زمین ایک جگہ سے شق ہوئی اور اس کے اندر سے جوؤں کا ایک سمندر ابل پڑا جو نہایت سرعت اور تیزی سے فرعونیوں کے گھروں میں داخل ہوگیا۔ یہ جوئیں ایسی تھیں جو رینگنے کے بجائے ہوا میں اڑتی تھیں اور جس قبطی پر حملہ آور ہوتی تھیں اس کا خون چوس لیتی تھیں، جسم پر بڑے بڑے آبلے پڑ جاتے تھے، ان کا سر گنجا ہو جاتا تھا اور بھویں اور پلکیں صاف ہو جاتی تھیں، ان کی کثرت کا یہ حال تھا کہ اگر وہ لوگ کوئی چیز کھانے کا قصد کرتے تو اس میں بے شمار جوئیں چلتی پھرتی نظر آتیں اور پانی پیتے تو ان کا پیالہ جوؤں سے بھر جاتا۔

اس انوکھے عذاب سے پوری قوم تنگ آ کر موت کے دہانے پر پہونچ گئی تو فرعون نے پھر حضرت موسیٰؑ کا سہارا لیا اور انھیں یقین دلایا کہ اس مرتبہ ہم ضرور ایمان لائیں گے اور قیدیوں کو بھی آزاد کر دیں گے۔ مگر شرط یہ ہے کہ ہمیں اس عذاب سے چھٹکارا دے دو۔ چنانچہ جناب موسیٰؑ نے پھر دعا فرمائی اور جیسے ہی فرعون کو اس عذاب سے چھٹکارا ملا وہ پھر اپنے وعدہ سے پھر گیا۔

بہر حال فرعون کی خدائی کا اقرار کرنے والی یہ بدنصیب قوم طرح طرح کے عذابوں کا شکار ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ ان کی کھیتیاں برباد ہوگئیں، باغات تباہ ہوگئے، مویشی ہلاک ہوگئے، ان کی دولت سنگ ریزوں میں تبدیل ہوگئی اور ان کی عورتیں و اولادیں طاعون وغیرہ میں مبتلا ہو ہو کر مر گئیں مگر یہ راہِ راست پر نہ آئی، بہت کم لوگ فرعون سے منحرف ہو کر موسیٰؑ کے ہمنوا بن سکے۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلسل عذاب کی وجہ سے فرعون جب بہت زیادہ تنگ و پریشان ہوا تو اس نے بنی اسرائیل کو قید سے رہا کر دیا تھا۔ اس کے بعد خدا کی طرف سے موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ تم راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر شام کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ چنانچہ آپ روانہ ہوئے۔ دوسری طرف فرعون کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو اس نے دس لاکھ اور ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر ان کا پیچھا کیا۔ جب فرعون اور اس کا لشکر قریب پہونچا اور بنی اسرائی نے دیکھا تو بہت زیادہ خوفزدہ اور پریشان ہوئے۔ کیونکہ ان کے سامنے موجیں مارتا ہوا وسیع و عریض دریا تھا جس میں ڈوب جانے کا خطرہ تھا اور پشت پر فرعون کا لشکر جس سے قتل ہونے کا اندیشہ تھا۔ اتنے میں وحی ہوئی کہ اے موسیٰؑ تم اپنا عصا اس دریا پر مارو تو تمھارے واسطے راستے کھل جائیں گے۔ چنانچہ عصا مارتے ہی دریائے نیل میں بارہ راستے پیدا ہوئے۔ موسیٰؑ کی قیادت میں بنی اسرائیل بحفاظت دریا پار کر گئے۔ جب بنی اسرائیل کا آخری شخص دریا کے اس پار اتر گیا اور فرعون کی فوج کا آخری شخص دریا میں داخل ہو چکا تو پانی سطح برابر ہموار ہوگئی اور فرعون مع لشکر کے غرق ہو گیا۔ فرعون کا لشکر اس طرح ڈوبا کہ ان کی لاشیں بھی نہ ابھر سکیں مگر فرعون کی لاش دریا کے مغربی کنارے پر جسے ''جبل فرعون'' کہا جاتا ہے تیرتی ہوئی برآمد کی گئی''۔ (تفسیر اسلام مولفہ علامہ فروغ کاظمی، صفحہ ۱۴۱۔ معتبر حالاتِ انبیاء حصہ جلد اوّل مؤلفہ مظفر علی خاں صفحہ ۴۸۱)

(۷) حضرت حزقیل بن بوری علیہ السلام حضرت موسیٰؑ کے دین کی تبلیغ کرتے تھے۔ایک مرتبہ ان کی قوم نے جب کفار سے جنگ کرنے کے لئے ان کے حکم کی مخالفت کی تو خداوند عالم نے طاعون کا عذاب نازل کر دیا جو بار بار آنے لگا۔عذاب طاعون کے موقع پر جو شہر سے بھاگ جانے کی طاقت رکھتے تھے وہ شہر سے بھاگ جاتے تھے اور جو نہیں جا سکتے تھے مجبوراً وہ وہیں رہتے تھے اور ان میں سے بہت سے لوگ مر جاتے تھے۔پس وہ لوگ جو طاعون کے زمانہ میں شہر چھوڑ کر بھاگ جایا کرتے تو وہ جب طاعون کی وبا ختم ہو جاتی واپس آجاتے تھے اور اکثروں کو ان میں سے مردہ دیکھ کر زندوں سے کہتے تھے کہ اگر یہ لوگ بھی شہر چھوڑ کر شہر کے باہر چلے گئے ہوتے تو ہرگز نہ مرتے۔یہ دیکھ کر ان سبھوں نے بھی ان کی رائے سے اتفاق کیا اور کہا کہ اگر ہم لوگ بھی ان کے ہمراہ شہر چھوڑ کر باہر چلے جاتے تو ہم میں سے جو ہماری اولادیں اور ہمارے عزیز واقارب مر گئے ہیں وہ بھی یقیناً نہ مرتے۔اس لئے انھوں نے بھی ارادہ کیا کہ اب جب طاعون کی وبا آئے گی تو ہم لوگ بھی شہر کے باہر بھاگ جائیں گے۔

اس کے بعد جب مکرر اس شہر میں طاعون کی وبا پھیلی تو تمام شہر والے متحد ہو کر اس شہر کو چھوڑ کر باہر نکل گئے۔بروایتِ طبری جب وہ لوگ شہر چھوڑ کر باہر نکل گئے اور یہ سمجھے کہ ہم اب یقیناً موت سے بچ جائیں گے تو خدا نے یکا یک ان سبھوں پر موت کو طاری کر دیا اور وہ سب کے سب مر گئے اور وہیں پڑے رہے اور جب ان کا گوشت و پوست سب گل گیا اور ان کی ہڈیاں وہیں پڑی رہیں تو ایک عرصے کے بعد جناب حزقیل علیہ السلام کا اس طرف سے گزر ہوا تو ان ہڈیوں کو دیکھ کر تعجب ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے اور ان کے ساتھ کیا سانحہ گذرا؟ تو خدا نے

سارے واقعہ سے انھیں آگاہی بخشی۔واقعہ سن کر جناب حزقیل علیہ السلام کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش خدا انھیں زندہ کر دیتا تو کیسا اچھا ہوتا۔خدا نے ان کی اس خواہش کو معلوم کر کے انھیں حکم دیا کہ تھوڑا سا پانی لے کر ان ہڈیوں پر چھڑکو تو میں انھیں زندہ کر دوں گا۔

جناب حزقیل علیہ السلام نے جب پانی لے کر ان ہڈیوں پر چھڑکا تو خداوند عالم نے ان سبھوں کو زندہ کر دیا۔اور وہ سب اپنی اسی عمر کی حالت میں کہ جس عمر میں مرے تھے سروں سے خاک جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس دن جناب حزقیلؑ کے پانی چھڑکنے کی وجہ سے خداوند عالم نے ان ہزاروں آدمیوں کو زندہ کیا تھا وہ ''نوروز'' کا دن تھا''۔

(معتبر حالاتِ انبیاء حصہ دوئم مؤلفہ مظفر علی خاں صفحہ ۲۵۔تفسیر اسلام مؤلفہ علامہ فروغ کاظمی، صفحہ ۱۴۹)

(۸) حضرت عزیر علیہ السلام کے حالات کے ضمن میں بھی اسی طرح کے واقعہ کا ذکر پایا جاتا ہے۔چنانچہ جب کہ آپ کی عمر ۵۰ رسال کی تھی آپ کو ایک سفر میں جانا پڑا راستہ میں آپ ایک اجڑی بستی میں پہونچے تو دیکھا کہ وہاں دیواریں اور چھتیں گری ہوئی پڑی ہیں اور بے شمار لوگ مرے ہوئے پڑے ہیں اور ان کی ہڈیوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔اس منظر کو دیکھ کر حضرت عزیر ازراہِ استعجاب کہنے لگے کہ اے میرے مالک اس گاؤں کو ایسی ویرانی کے بعد اب کیوں کر آباد کرے گا۔بس اسی کے بعد خدا نے حضرت عزیرؑ پر بھی موت طاری کر دیا وہ بھی سو سال تک اسی حالت میں پڑے رہے اور پھر سو سال گذرنے کے بعد وہ پھر زندہ کر دیئے گئے اور ان کے ساتھ ہی وہ سب لوگ بھی زندہ کر دیئے گئے جو آپ کے قبل وہاں مر چکے تھے جن کی تعداد بروایت حیات القلوب جلد ا صفحہ ۸۳۸ ایک لاکھ تھی۔اس واقعہ کے بعد آپ مزید پچاس سال تک زندہ رہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے قصہ کو خداوند عالم نے قرآن مجید پارہ ۲ رکوع ۳ میں ذکر فرمایا ہے۔

(معتبر حالاتِ انبیاء حصہ دوئم مؤلفہ مظفر علی خاں صفحہ ۱۵۲۔تفسیر اسلام مؤلفہ علامہ فروغ کاظمی، صفحہ ۱۶۹)

(۹) خانۂ کعبہ پر ابرہہ کی فوج کشی: ابرہۃ الاشرم (یمن کا عیسائی بادشاہ) ایک حاسد اور متعصب انسان تھا۔ایک مرتبہ اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ جب

تک اہل مکہ کی عبادت گاہ (خانۂ کعبہ) کو نیست و نابود نہیں کر دے گا چین سے نہیں بیٹھے گا۔ چنانچہ اس نے مکمل تیاری کی اور ایک لاکھ درندہ صفت انسانوں کی فوج جس میں چار سو جنگجو ہاتھی بھی شامل تھے لے کر مکہ کی طرف چل پڑا۔ اور فوجوں کا یہ سیاہ بادل کوہ و دشت کو عبور کرتا ہوا سرزمین بطحا پر وارد ہوا۔ فوجوں کی کثرت اور ہاتھیوں کا جمِ غفیر دیکھ کر اہل مکہ اس قدر خوف زدہ اور پریشان ہوئے کہ جائے عافیت کی تلاش میں پہاڑوں کی طرف بھاگنے لگے۔ پاسبانِ حرم حضرت عبدالمطلب نے انھیں تسلّی و تشفّی دیتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ گھبراؤ نہیں، اللہ کے گھر کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اس کا وہی نگہبان ہے۔ مگر وہ سب بھاگ گئے صرف کلید بردارِ کعبہ حضرت عبدالمطلب اور آپ کے گھر کے افراد رہ گئے۔

حضرت عبدالمطلب سے گفت و شنید کے بعد ابرہہ آپے سے باہر ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ خانۂ کعبہ پر حملہ کر کے اسے تباہ و برباد اور مسمار کر دیا جائے۔ اس حکم کے بعد ادھر ابرہہ کی سرکش افواج کا طوفانی ریلا اپنے ہاتھیوں کو لے کر آگے بڑھنا شروع ہوا اُدھر عذابِ الٰہی حرکت میں اور ابابیلوں کے لشکر نے ابرہہ کی فوج پر چھوٹی چھوٹی کنکریاں برسا کر اسے جگالی کیا ہوا بھوسا بنا دیا۔ اس واقعہ میں قہرِ الٰہی کی شان

نزول بھی عجیب و غریب تھی۔ نہ تو زمین شق ہوئی نہ آسمان سے آگ برسی اور نہ ہی تیز و تند ہواؤں کا کوئی طوفان آیا بلکہ چھوٹے چھوٹے پرندوں نے مرکزِ ظلم پر ننھی ننھی کنکریاں اس طرح برسائیں کہ نہ حرم کو کوئی نقصان پہنچا، نہ کعبہ کی حرمت پامال ہوئی، نہ کوئی بے قصور ہلاک ہوا اور نہ ہی کوئی قصوروار بچ سکا۔ یہ واقعہ ۵۷۰ء کا ہے۔ ابرہہ چونکہ محمود نامی ایک طویل القامت ہاتھی پر سوار تھا اس لئے اسی کی مناسبت سے یہ سال ''عام الفیل'' کہلایا''۔

(تفسیر اسلام مولفہ علامہ فروغ کاظمی، صفحہ ۲۲۲)

(۱۰) حضرت نوح علیہ السلام نے ۹۵۰ سال تک اپنی قوم میں تبلیغ کے لئے بہت تکالیف برداشت کیں۔ قوم راہِ راست پر نہ آئی۔ آپ نے اللہ کی بارگاہ میں قوم کے لئے بددعا کرنی چاہی تو اللہ نے تین تین سو سال کی متعدد بار مہلت دی تا کہ قوم سدھر جائے۔ پھر بھی قوم کی حالت نہیں بدلی تو جناب نوحؑ نے دل تنگ ہو کر خدا سے فریاد کی تھی قرآن مجید میں اس کا تذکرہ اس طرح ہے؛ ''یعنی اے پروردگار میں ان سے مغلوب ہو گیا ہوں اب تو ہی میرے مدد فرما''۔

(پارہ ۲۷، سورہ قمر، ایت ۱۰)

جناب نوحؑ کی اس دعا کے بعد خدا نے جناب نوحؑ پر وحی فرمائی تھی کہ تم جو چاہو بددعا کرو میں قبول کروں گا اس لئے کہ اب ان میں سے کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے۔ تب جناب نوحؑ نے قوم کے لئے یہ کہہ کر بددعا کی تھی کہ اے میرے مالک ان پر ایسا عذاب نازل فرما کہ ان میں سے ایک شخص بھی بچنے نہ پائے۔ اور خدا نے اس دعا کو قبول کر لیا تو جناب نوحؑ کو حکم دیا کہ اب تم میری خاص نگرانی میں ایک کشتی بناؤ اور جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ وہ جا کر ان کو تعلیم دیں کہ کس طرح اور کتنی بڑی کشتی تیار کریں۔ معتبر روایات سے ثابت ہے کہ وہ کشتی بارہ سو ہاتھ لمبی آٹھ سو ہاتھ چوڑی اور اسّی ہاتھ بلند رکھی گئی تھی۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کشتی میں محض حیوانات کے لئے نوّے (۹۰) مکانات بنائے گئے۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام نے بتلایا کہ اس کشتی کے اندر آپ کے تمام اہل و عیال اور وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے تھے سب ملا کر اسّی (۸۰) آدمی تھے۔

علماء اور مورخین نے طوفان کے جو واقعات بیان کئے ہیں انکا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوحؑ کی بیوی کوفہ میں اس آہنی تنور میں روٹیاں تیار کر رہی تھیں جو حضرت آدمؑ کی بیوی جناب حوّاؑ کی ملکیت میں کبھی تھا۔ اچانک تنور کے اندر ایک زوردار دھماکہ ہوا اور زمین کے سینے سے پانی کا ایک دھارا ابل پڑا۔ نوحؑ کی بیوی روٹیاں چھوڑ کر نوحؑ کی طرف بھاگی اور ان سے سارا حال بیان کیا، وہ بھی دوڑتے ہوئے تنور کے پاس آئے اور اس خیال سے کہ اپنے اہل و عیال کو محفوظ کر لیں۔ انھوں نے تنور کا دہانہ ایک بڑے پتھر سے ڈھک دیا اور حکمِ الٰہی کا انتظار کرنے لگے۔ فوراً حکم ہوا کہ اے نوحؑ! جس قدر ممکن ہو سکے اپنے اہل

وعیال اور باایمان لوگوں کو لے کر کشتی میں سوار ہوجاؤ اور اپنے ہمراہ جملہ مخلوقات کا ایک ایک جوڑا بھی لے لو۔ نوحؑ نے کہا پالنے والے! اس عجلت میں دنیا بھر کے جانوروں اور پرندوں کو کیسے جمع کروں؟ ارشاد ہوا کہ میرے حکم سے وہ خود تمھارے پاس پہنچ رہے ہیں۔ چنانچہ دنیا بھر کی مخلوق ایک ہوا کے جھونکے سے حضرت نوحؑ تک پہنچ گئی۔

جب سب لوگ کشتی میں اطمینان سے سوار ہو گئے تو حضرت نوحؑ نے تنور کا دہانہ کھول دیا اور خود بھی دوڑ کر کشتی میں آ گئے۔ تنور کا کھلنا تھا کہ زمین کا پانی آسمان سے باتیں کرنے لگا اور آسمان کا پانی زمین کو غرقاب کرنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کائنات ٹھاٹھیں مارتے ہوئے

سمندروں کی آماجگاہ نظر آنے لگی۔ پھر آفتاب کو گہن لگا۔ اور دنیا کی روشنی پر ایک بھیانک اندھیرا محیط ہو گیا۔

حضرت نوحؑ کی کشتی ۱۰؍رجب المرجب کو کوفہ سے روانہ ہوئی اور چھ ماہ زیر آسمان سفر کرنے کے بعد کوہِ جودی پر ٹھہری۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اہل بیتؑ کی مثال کشتی نوح کے مانند ہے جو اس میں داخل ہوا وہ نجات پا گیا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ غرق ہو گیا۔

چالیس شبانہ روز آسمان سے پانی برستا رہا اور زمین سے پانی ابلتا رہا۔ جب قومِ نوحؑ غرقاب ہو کر اپنا وجود کھو بیٹھی تو پروردگار نے عذاب کا سلسلہ ختم کر کے طوفان کے اختتام کا فیصلہ کیا، چنانچہ زمین کو حکم ہوا کہ پانی پی جا، آسمان کو فرمان جاری ہوا کہ وہ بارش روک دے۔ بس اس حکم کے ساتھ ہی پانی گھٹنا شروع ہو گیا۔ اور کشتی آہستہ آہستہ آسمان کی بلندی سے نیچے اترنے لگی۔ قوس وقزح نے ظاہر ہو کر جب امن کا پیغام دیا تو حضرت نوحؑ نے سجدۂ شکر میں اپنی پیشانی رکھ دی۔ اس طوفان میں خدا کی مخلوقات میں سے وہی بچے جو کشتی میں سوار تھے۔ باقی سب کچھ ختم ہو گیا''۔

(ملاحظہ ہو تفسیر اسلام مولفہ علامہ فروغ کاظمی۔ معتبر حالاتِ انبیاء حصہ جلد اوّل مؤلفہ مظفر علی خاں)

دنیا میں چھوٹے بڑے بے شمار مختلف شکل وصورت میں عذاب نازل ہوتے رہے ہیں۔ مگر طوفان نوحؑ وہ پہلا عذاب تھا جو پوری دنیا پر محیط تھا۔ اور پھر جب پوری دنیا بدل گئی۔ ورنہ کوئی کسی خاص قوم پر عذاب تھا تو کوئی کسی مخصوص علاقہ کے لئے عذاب تھا۔

اور اب آج کی ترقی یافتہ، سائنسٹیفک دنیا میں اِن دنوں ''کورونا وائرس'' جس کو آفتِ ناگہانی، قدرت کا قہر، جان لیوا وبا وبلا وغیرہ سے تعبیر کیا جا رہا ہے بلاشبہ عذابی نوعیت کا حامل ہے۔ اور یہ بھی پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے۔ ''کورونا وائرس'' جان لیوا اور متعدّی بیماری ہے اس سے بچنے کے لئے ہر ممکن کوشش لازم ہے۔ احتیاط برتنا واجب ہے۔ اس سے بچاؤ کے لئے ہمارے ملک ھندوستان کی مرکزی وریاستی حکومتوں کی جانب سے طے شدہ گائڈ لائن پر عمل کریں، لاک ڈاؤن کو کامیاب بنائیں، جسمانی دوری، معاشرتی فاصلہ (سوشل ڈسٹینسنگ) بنائے رکھیں۔ حفظانِ صحت سے متعلق طبی تدابیر اختیار کریں۔

موجودہ دورِ بلاخیز میں جبکہ عالمی وبائی مرض ''کورونا وائرس'' پوری دنیا میں اپنا قہر ڈھا رہا ہے، ہمارا ملک ھندوستان بھی اس کی گہری لپیٹ میں ہے۔ حالات کافی تشویشناک ہیں۔ زندگی کو چقاچوند کر دینے والی وہ تمام تر رونقیں اور رعنائیاں پھیکی پڑ گئی ہیں۔ بازار اور کاروبار ٹھپ پڑ گئے ہیں۔ عبادت خانے اور میخانے سب بند چل رہے ہیں۔ ہر قسم کے اجتماعات خواہ مذہبی ہوں یا ادبی ہوں یا ثقافتی ہوں یا سماجی وسیاسی ہوں سب زیر التواء ہیں۔ سڑکوں پر سنّاٹا، گلیوں میں سنّاٹا۔ شہروں میں سنّاٹا، دیہاتوں میں سنّاٹا ہر طرف سنّاٹا ہی سنّاٹا چھایا ہوا ہے۔ روزانہ کتنے انسان مر رہے ہیں، کتنے بستر مرگ پر تڑپ رہیں، کتنے بیماری میں مبتلا ہو کر کراہ رہے ہیں۔ جدھر دیکو، جہاں دیکھو، جس کو دیکھو سب مہموم ومغموم، مضطرب الحال ومنتشر المزاج نظر آتے ہیں۔ غریب، مزدور، چھوٹے موٹے دوکاندار، تاجر، کسان، وغیرہ سب روزی روٹی کے لئے حیران وپریشان ہیں۔ بے شمار لوگ بے روزگار ہو گئے ہیں۔ بے پناہ جانی، مالی، معاشی، اقتصادی، اور تعلیمی نقصانات ہو رہے ہیں۔ یومیہ محنت مزدوری کر کے کھانے کمانے والوں کو طرح طرح کی زحمتوں،

مشقتوں، مصیبتوں، پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اس سلسلہ میں روز روز کی تازہ عالمی خبریں خبریں پوری دنیا میں نشر ہو رہی ہیں۔

اس وقت دنیا انتہائی مشکل وقت سے گذر رہی ہے۔ تیز رفتاری کے ساتھ پھیلنے والی انتہائی خطرناک وبائی بیماری ''کورونا وائرس'' کی وجہ سے تقریباً دنیا بھر میں تمام مذاہب کے پیروکاروں نے اپنے اپنے اجتماعی عبادات کو عارضی طور سے معطل کر دیا ہے۔ دیگر مذاہب کی طرح مسلمانوں کی بھی اجتماعی عبادات کو محدود کر دیا گیا ہے۔ سعودی عرب نے عمرہ و زیارت کی ادائیگی پر عارضی پابندی لگا رکھی ہے۔ دنیا بھر میں اسلامی ممالک نے نماز جمعہ و جماعات وغیرہ پر بھی عارضی جزوی پابندی عائد کر رکھی ہے۔ ہمارے ملک ہندوستان میں بھی ہر قسم کے اجتماعات خواہ مذہبی ہوں یا ادبی ہوں یا ثقافتی ہوں یا سماجی و سیاسی ہوں سب زیر التواء ہیں۔ عارضی و جزوی طور سے مسجدیں بند ہیں، مدرسے بند ہیں۔ امامباڑے بند ہیں۔ کتنی ہی برادرانِ اہلِ سنّت کی مسجدوں سے نماز پنجگانہ کے لئے دی جانے والی اذانوں سے حی علی الصلوٰۃ کا فقرہ حذف کر دیا گیا ہے اس کی جگہ صلّوا فی بیوتکم یعنی اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھو، یا صلوا فی رحالکم یعنی اپنی قیامگاہوں پر ہی نماز پڑھو داخل کر دیا گیا ہے۔ یہ عجیب و غریب انتہائی خوفناک و وحشت انگیز صورتِ حال ہے۔ بس دعا کیجیئے کہ محمد و آل محمد علیہم السلام کے صدقہ میں اللہ کرے آئی ہوئی بلا و باومصیبت کا جلد سے جلد خاتمہ ہو۔ نور کا ظہور ہو، ظلمت کا فور ہو۔ ہر قسم کی نفرت و عداوت ختم ہو۔ سب میں انسانی اخوت و محبت، آپسی پیار و ہمدردی اور اتحاد و یکجہتی کا سچا جذبہ کارفرما ہو۔ ظلم و ناانصافی، تعصب و تنگ نظری، بے ایمانی و بدعنوانی، عیاری و مکاری وغیرہ سے پاک و صاف عدل و مساوات پر مبنی انسانی سماج و معاشرہ کی تشکیل نو ہو۔ اربابِ اقتدار میں صدق دل سے عوامی خدمت کی لگن ہو۔ انسانیت و شرافت کا بول بالا ہو۔ اہلِ شر و فساد کا منھ کالا ہو۔ ہمارے ملک ھندوستان کے اندر اور پوری دنیا میں تمام انسان چین و سکون اور امن و امان کے ساتھ پر بہار و خوشگوار زندگی گزار سکیں۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں۔ ان شاء اللہ پھر پوری دنیا میں نمایاں تبدیلیاں رونما ہوں گی۔ ہر شام کی طرح اس کی بھی سحر ہوگی۔ برے دن جائیں گے اور اچھے دن آئیں گے۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔

''اے اہل چمن مایوس نہ ہوں پھر رنگِ گلستاں بدلے گا''

ihamilovi@gmail.com / mob.8765110786

نوٹ: یہ مضمون روزنامہ اودھ نامہ اردو لکھنو مورخہ ۱۸/اپریل ۲۰۲۰ء میں صفحہ نمبر ۹ پر چھپ چکا ہے۔